معاشرتی ارتقائی سفر میں تعلیم اور خواتین کا کردار

The Role of Education and Women in the Social Evolution

Wajid Ali
PhD. Scholar & Visiting Lecturer;
Department of Islamic Learning, University of Karachi
E-mail: w.wajidi@yahoo.com

Abstract

The process of simultaneous progress in the educational, moral and economic fields of society is called "social evolution". Numerous factors and classes including teachers, intellectuals, politicians, women, laborers etc. play an important role in social evolution. In fact, all individuals and classes of society leave its educational, moral and economic impact on the society. This article discusses the role of women and individuals engaged in the field of education in social evolution. Overall, this article discusses in details the role of scholars, intellectuals, teachers and educational institutions in the social evolution. It also discusses the role of women as mothers and as wives in the social evolution.

Keywords: Society, Evolution, Education, Women.

خلاصہ

معاشرہ کی تعلیمی، اخلاقی اور اقتصادی میدانوں میں بیک وقت پیشرفت کے عمل کا نام " معاشرتی ارتقاء " ہے۔ ہر معاشرے کے سماجی ارتقاء میں متعدد عوامل اور طبقے منجملہ اساتذہ، دانشور، سیاست دان، خواتین، مزدور وغیرہ عمدہ کردار ادا کرتے ہیں۔ دراصل، ان طبقوں میں سے ہر طبقہ معاشرے پر اپنا تعلیمی، اخلاقی اور اقتصادی اثر چھوڑتا ہے۔ موضوع کی وسعت کے پیش نظر اس مقالہ میں معاشرتی ارتقاء میں تعلیم کے شعبہ سے وابستہ افراد اور خواتین کے طبقے کا معاشرتی ارتقاء میں کردار زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ مجموعی طور پر اس مقالہ میں علماء، دانشوروں، معلّمین، تعلیمی اداروں اور خواتین کے طبقے سے خاتون بحیثیت ماں اور خاتون بحیثیت بیوی کے معاشرتی ارتقاء میں کردار پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔

کلیدی کلمات: معاشرہ، ارتقاء، تعلیم، خواتین۔

موضوع کا تعارف

معاشرتی ارتقاء کسی بھی معاشرہ کے لئے انتہائی ناگزیر عمل ہے۔ معاشرتی ارتقاء کا دارومدار اس بات پر ہے کہ کسی معاشرہ میں بسنے والے افراد روزمرہ کیسے زندگی گزارتے ہیں؟ ان کا معیار زندگی کیا ہے؟ معاشرہ جب ارتقائی مراحل طے کرتا ہے تو ترقی کا ثمر عام عوام تک پہنچتا ہے جس کے نتیجے میں غریب غربت سے اور جاہل جہالت سے باہر نکلتا ہے۔ یوں ایک طرف مالی و معاشی ترقی ہوتی ہے تو دوسری جانب علمی و فکری ترقی ہوتی ہے جس سے معاشرہ میں بسنے والے تمام افراد بلا استثناء مستفید ہوتے ہیں۔ تاہم کسی بھی معاشرہ میں یہ ارتقائی سفر تب وجود میں آتا ہے جب اس میں بسنے والے تمام طبقات اپنی سماجی ذمہ داریاں بخوبی نبھائیں۔ اس مقالہ میں تعلیم کے شعبہ سے وابستہ طبقے اور خواتین کے طبقے کا معاشرتی ارتقائی سفر میں کردار زیر بحث لایا گیا ہے۔

معاشرتی ارتقاء میں علماء اور دانشوروں کا کردار

اہل علم، اسکالرز، دانشور اور بالخصوص علماء دین کا ملی و قومی ترقی میں مرکزی کردار ہوتا ہے کیوں کہ یہی معاشرہ کے وہ لوگ ہوتے ہیں جو روح انسانی کو پروان چڑھا کے معاشرہ کے لئے ایک موثر اور نفیس انسان مہیا کرتے ہیں اور اس کا دائرہ کار بہت وسعت رکھتا ہے۔ لیکن اگر یہی گروہ محققین و مفکرین اگر صحیح اسلامی خطوط سے ہٹ جائیں تو ملت تنزلی و غلامی کا شکار ہوتی ہے اور نظریات کے بجائے شخصیات کو بنیاد بناتی ہے اور قومی و اجتماعی کے بجائے ذاتی و انفرادی مفادات کو ترجیح دیتی ہے معاشرتی ماحول اس طرح کا بن جاتا ہے کہ لوگ کسی ایک شخصیت کے افکار کے غلام بن جاتے ہیں یوں معاشرتی ارتقائی سفر میں جمود وقوع پذیر ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر صحت مند معاشرتی ماحول جس میں اعلیٰ انسانی و اسلامی اقدار کو مدّ نظر رکھتے ہوئے پروان چڑھایا جائے تو معاشرہ کو یہی گروہ ترقی کی اعلیٰ منزلوں تک لے کے جا سکتا ہے اور معاشرتی عمارت کی مستحکم فکری، عصری اور نظریاتی بنیادوں پر تربیت کے ذریعے مستقل و پائیدار بنیادوں پر قومی ارتقائی سفر کی راہ فراہم کی جا سکتی ہے جس کی بنیاد قرآن و سنت نبویؐ ہو۔ یہ علماء کرام کے دوش میں سب سے بھاری ذمہ داری ہے اور اسی سے قوم و ملت کا روشن یا تاریک مستقبل مشروط ہے۔

قرآن کا فرمان ہے اِنَّمَا یَخْشَی اللهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (28:35) ترجمہ: اللہ کے بندوں میں سے صرف اہل علم ہی اس سے ڈرتے ہیں۔" علماء کی شان بیان کی جارہی ہے کہ علم اور بالخصوص معارف اسلامی کے علم کا لازمی نتیجہ خشیت الٰہی، درجہ عبودیت وبندگی کے مدارج کی تکمیل ہے و اطاعت خالق کل کائنات ہے۔ جن کو اللہ یہ توفیق دیتا ہے وہی حقیقت میں اللہ سے ڈرتے اور اس کی طرف ہر وقت مائل رہتے ہیں۔ یہی علماء اسی شان کے ساتھ

معاشرتی پیش آمدہ مسائل کا حل نصوص اسلامی کی روشنی میں عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں اور ہر آں انہیں مطلع و باخبر رکھتے ہیں۔ ان کے پیش نظر ہر وقت اصلاح معاشرہ وارتقائی سفر ہوتا ہے کہ کیسے معاشرتی برائیوں کو ختم کرکے ایک ترقی یافتہ اور صحت مند اقدار پہ مبنی معاشرہ کا وجود قیام میں لایا جاسکتا ہے۔ یہ علماء حق کی بات ہے۔ مرقوم ہے کہ "اصلاح معاشرہ میں علماء کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ لوگوں کو گناہ آلودہ باتوں سے بھی روکیں اور اعمال گناہ سے بھی۔ علماء ایک فاسد معاشرے کی اصلاح کے لئے پہلے ان کے غلط افکار و عقائد کی اصلاح کریں کیوں کہ جب تک افکار و نظریات میں انقلاب نہیں آتا یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ ان کے عمل میں کوئی گہری اصلاح ہوسکے۔ جو لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی عظیم ذمہ داری کو پورا نہیں کرتے خاص طور پہ علماء اور دانشمندوں کا انجام بھی اصلی گناہ گاروں کا سا ہوگا درحقیقت یہ لوگ ان کے جرم میں شریک شمار ہوں گے"۔[1]

قابل غور بات یہ ہے کہ انبیاء جو الٰہی نمائندے ہیں اس روئے زمین پر اور وہ لوگ جو راہ الٰہی میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتے ہیں جو کہ دین خدا کی نگاہ میں مقام بلند ہے ان دو گروہوں کے ساتھ علماء و اہل علم کی بھی شفاعت روز جزاو سزا قبول ہوگی۔ علماء حق کا کس قدر عظیم مرتبہ ہے۔ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "روز قیامت عالم و عابد دونوں حشر میں لائے جائیں گے اور جب بارگاالٰہی میں کھڑے ہوں گے تو اس وقت عابد سے کہا جائے گا کہ جنت کو روانہ ہو جاؤ جب کہ عالم کو کہا جائے گا ٹھرو اور جن کی تم نے تربیت اور ہدایت کی ہے ان کے حق میں شفاعت کرو۔[2]

ایک اور حدیث میں آیا ہے:

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ، قَالَ: ذُكِرَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا: عَابِدٌ وَالْآخَرُ عَالِمٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَاكُمْ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ وَأَهْلَ السَّمَوَاتِ وَالأَرْض حَتَّى النَّمْلَةَ فِي جُحْرِهَا، وَحَتَّى الْحُوتَ لَيُصَلُّونَ عَلَى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ [3] یعنی: "امامہ باہلی کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا۔ ان میں سے ایک عابد تھا اور دوسرا عالم۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے کمترین حیثیت کے آدمی پر ہے"۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ اور اس کے فرشتے اور آسمان اور زمین والے یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے سوراخ میں اور مچھلیاں اس شخص کے لیے جو نیکی و بھلائی کی تعلیم دیتا ہے خیر و برکت کی دعائیں کرتی ہیں۔"

بنابریں، عالم کی اہمیت اور دوش پر ذمہ داری کا مذکورہ احادیث نبوی سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اگرچہ فراوان احادیث اس تناظر میں موجود ہیں مگر طوالت سے بچنے کی خاطر انہی پر اکتفا کرتے ہیں۔ صاحبان علم بالعموم و علمائے دین کے لئے بالخصوص جو لوگوں کو بلاتے ہیں و دعوت دین دیتے ہیں انتہائی حسین و دلنشین انداز میں اللہ تعالیٰ نے ایک کلی کلیہ بتا دیا ہے کہ اے رسول اکرم ﷺ! لوگوں کو میری طرف بلایئے مگر حکمت و دانائی کے ساتھ اور احسن ترین انداز میں دعوت دیجئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَتَاۡمُرُوۡنَ النَّاسَ بِالۡبِرِّ وَتَنۡسَوۡنَ اَنۡفُسَکُمۡ وَاَنۡتُمۡ تَتۡلُوۡنَ الۡکِتٰبَ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ(2:44) ترجمہ: "کیا تم لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے کو بھول جاتے ہو جب کہ کتاب خدا کی تلاوت بھی کرتے ہو۔ کیا تمہارے پاس عقل نہیں ہے؟"

یہ بات خلاف عقل ہے کہ انسان دوسروں کو تو دین و تعلیمات اسلامی کی طرف بلائے مگر خود اس پہ روبہ عمل ہونے سے قاصر رہے اور غفلت کا شکار ہو ایسے نصائح کی عملی زندگی میں کوئی تاثیر نہیں ہوتی ہے۔ لوگوں کے دلوں میں وہی بات اثر کرتی ہے جو دل سے نکلے اور خلوص کے ساتھ نکلے اور جس پر بولنے والا خود عمل بھی کر رہا ہو اور کامل ایمان و یقین بھی رکھتا۔ پس اگر جہاں اخلاص و ادراک کی کمی ہو اور گفتار و کردار میں تفاوت ہو تو ایسے وعظ و نصیحت نہ صرف کسی کام کا نہیں بلکہ دینی مطالب کو مبہم و پنہاں کرنے اور دین سے لوگوں کو دور کرنے کا سبب بنتا ہے۔

قرآن کا بھی فرمان ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لِمَ تَقُوۡلُوۡنَ مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ (2:61) ترجمہ: "ایمان والو آخر وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر عمل نہیں کرتے ہو۔" علماء کرام کا عمل عوام کے لئے ایک نمونہ ہوا کرتا ہے۔ جس طرح ایک طالب علم اپنے استاد کو نمونہ عمل قرار دیتا ہے اسی طرح عالم کو وہی حثیت معاشرہ میں ہے کہ لوگ ان کے کردار کو بعض اوقات حجت مانتے ہیں لحاظ اس تناظر سے اس میں حساسیت وخلاقیت کی اشد ضرورت ہے۔ مضامین قرآن میں ناصر علی مہندس رقم طراز ہیں کہ: "عملی دعوت کی گہری تاثیر کا سرچشمہ یہ ہے کہ اگر سننے والے کو معلوم ہو جائے کہ کہنے والا دل سے بات کر رہا ہے اور خود اپنے قول پر سو فیصد ایمان رکھتا ہے اور دوسروں سے پہلے خود عمل کرتا ہے تو وہ اپنے دل کے کانوں سے اس کی بات سنے گا پھر اس کی باتیں بدن سے گزر کر نفس پر گہرا اثر کریں گی۔"[4]

نیز فرمان الٰہی ہے: اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ ترجمہ: "(اے رسولِ معظّم!) آپ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلایئے اور ان سے بحث (بھی) ایسے انداز سے کیجئے جو نہایت حسین ہو۔" (125:16) اس آیہ کریمہ میں مثالی تبلیغاتی اصول کو بیان فرمایا ہے

کہ اپنے پروردگار کے راستے کی طرف بلاؤ مگر حکمت و دانائی اور بہترین نصیحت کے ساتھ اور جب لوگوں سے بحث کریں تو الجھیں مت بلکہ ہر کسی کا نقط نظر انتہاتک غور و فکر اور توجہ سے سنیں اور تعمیری ماحول جنم دے کر مود بانہ، و ادب آداب کے ساتھ انتہائی احسن انداز میں بحث و گفتگو کیجئے۔ صاحب تفسیر الکوثر اس ضمن میں راقم طراز ہیں "دعوت الی الحق تین چیزوں پر استوار ہے۔ ایک حکمت، دوسری، موعظ حسنہ اور تیسری مناظرہ۔ حکمت یعنی حقائق کا صحیح ادراک۔ لہٰذا حکمت کے ساتھ دعوت دینے سے مراد دعوت کا وہ اسلوب ہو سکتا ہے جس سے مخاطب پر حقائق آشکار ہونے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ لہٰذا واقع بینی کی دعوت دینا حکیمانہ دعوت ہوگی۔ دعوت کو حکیمانہ بنانے کے لئے ضروری ہے کہ مخاطب کی ذہنی و فکری صلاحیت، نفسیاتی حالت، اس کے عقائد و نظریات اور اس کے ماحول و عادات کو مدّ نظر رکھا جائے۔"[5]

امین اصلاحی رقم طراز ہیں کہ: "حکمت سے مراد یہاں دلائل و براہین ہیں اور موعظہ حسنہ سے مشفقانہ انداز میں تذکیر و تنبیہ ہے۔ دعوت دین میں یہی دو چیزیں اصول کار کی حثیت رکھتی ہیں۔ آدمی جو بات بھی کہے دلیل و برہان کی روشنی میں کہے اور انداز دھوس جمانے کا نہیں بلکہ اس کے سچے جذبہ خیر خواہی وہمدردی کا غماز ہوتا کہ مخالف بدکنے کے بجائے اس کی باتوں کے سننے اور ان پر غور کرنے کی طرف مائل ہو۔"[6]

مناظرہ کی تفسیر میں علامہ مودودیؒ لکھتے ہیں کہ: "اس کی نوعیت محض مناظرہ بازی اور عقلی کُشتی اور ذہنی دنگل کی نہ ہو۔ اس میں کج بحثیاں اور الزام تراشیاں اور چوٹیں اور پھبتیاں نہ ہوں۔ اس کا مقصود حریف مقابل کو چُپ کر دینا اور اپنی زبان آوری کے ڈنکے بجا دینا نہ ہو۔ بلکہ اس میں شیریں کلامی ہو، اعلیٰ درجے کا شریفانہ اخلاق ہو۔ معقول اور دل لگتے دلائل ہوں۔ مخاطب کے اندر ضد اور بات کی پچ اور ہٹ دھرمی پیدا نہ ہونے دی جائے۔ سیدھے سیدھے طریقے سے اس کو بات سمجھانے کی کوشش کی جائے اور جب محسوس ہو کہ وہ کج بحثی پہ اتر آیا ہے تو اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے تاکہ وہ گمراہی میں اور زیادہ دُور نہ نکل جائے۔"[7]

اس قرآنی کلیہ و فارمولے کے بالکل برعکس مبلغین کی کثرت ہے اور عمل پیرا ہونے والوں کی کمیت ہے۔ آج داعی اسلام جس کا کام حکمت و دانائی کے ساتھ پیغام اسلام ناب محمدیؐ یعنی وہ اسلام جو خالص ہے، جو اللہ نے بذریعہ وحی قلب رسول اکرم ﷺ پر اتارا اس کا پرچار کرنا اور پیغام اسلام کو پہنچانا تھا بجائے اس کے خود ساختہ افکار، ذاتی نظریات کی تشہیر، خود نمائی، مفاد پرستی اور تفسیر بالرائے کے ذریعے معاشرہ کے ماحول کو پراگندہ کیا جارہا ہے جس کی وجہ سے معاشرتی ترقی کا سفر جمود و انحطاط کا شکار ہو رہا ہے اور معاشرہ میں شدت پسندی اور خوف ہراس کا ماحول جنم لے رہا ہے جو کہ کسی بھی طرح معاشرتی ارتقاء کے لئے سازگار نہیں ہے۔ دین کے نام پہ انتہا پسندی، شدت

پسندی، مذہبی منافرت، گروہ بندی اور یہاں تک اک دوسروں پر کفر کے فتوے بھی صادر کئے جار ہے ہیں اور جب مناظرہ ہوتا ہے تو افہام و تفہیم کے بجائے سمت مخالف کو نیچ دکھانے اور توہین آمیز رویہ و گفتگو سے سامعین و ناظرین جن کی کثرت عوام پر مشتمل ہوتی ہے بہت بُرا اثر لیتی ہے جس کا نتیجہ شدت پسندانہ ماحول، معاشرتی بگاڑ اور قومی گروہی تقسیم کی شکل میں دکھائی دیتا ہے۔

حکمت، دانائی، ہمدردی، خیر خواہی اور مخلصی سے خالی پیغام رسانی معاشرہ میں مسائل کو جنم دیتی ہے اور ترقی کے بجائے تنزلی اور معاشرتی عمارت کو منہدم کرنے کا سبب بنتی ہے لحاظ مبلغین اسلام و صاحبان علم کو چاہیے کہ اپنے افکار کو اسلام کا محور بنانے کے بجائے اسلام کو اپنے افکار کا محور بنایا جائے۔ اسلامی فکر کو اپنی حد تک لانے کے بجائے اسلامی بلند و بالا فکری عمارت تک خود کو بلند کیا جائے اور اسلام میں کامل داخل ہو کر گہری فہم دین حاصل کیا جائے اور عصری تقاضوں کے مطابق اسلام کی از سر نو تفسیر و تشریح کی ضرورت ہے اور یہ کام بھی خواص، علماء، فقہاء، مفکرین اور صاحبان حل و عقد کا ہے۔ جس قدر خواص اور بالخصوص علماء و اہل دانش نگاہ عمیق کر کے اسلامی فکر کو پروان چڑھائیں گے اور معاشرتی مسائل کا حل قرآن و حدیث کے مطابق بیان کریں گے اس قدر معاشرہ ارتقائی منازل کو سرعت کے ساتھ طے کرے گا۔

معاشرتی ارتقاء میں اہل علم اور دانشور طبقہ کے کردار کے حوالے سے آصف جاوید لکھتے ہیں:

"مہذب دنیا میں اہل دانش اور اہل قلم کی سماجی ذمّہ داریوں میں سرِ فہرست سماجی مسائل کو اجاگر کرنا شامل ہوتا ہے۔ سماج میں درپیش مسائل سب سے پہلے اہل قلم کے ذریعے میڈیا میں آتے ہیں، اہل دانش ان مسائل پر گفتگو، مکالمہ اور بحث و مباحثہ کرتے ہیں، تجاویز مرتب کرتے ہیں اور یوں ان مسائل کے تدارک کے لئے ایک بیانیہ مرتب ہوتا ہے۔ سول سوسائٹی آگے آ کر اس بیانیے کی روشنی میں سیاستدانوں اور عمال حکومت پر اخلاقی دباؤ قائم کرتی ہے اور یوں حکومتی وسائل اور اختیارات کے ذریعے ان مسائل کا حل نکلوایا جاتا ہے۔ میں برسوں سے کہتا آرہا ہوں کہ ہمارے زیادہ تر اہل دانش بے حسی اور مصلحتوں کی بیماری میں مبتلا ہیں۔ انہیں سماجی ذمہ داریوں کا قطعی احساس نہیں ہے۔

اکثر اہل دانش نہ تو سماجی مسائل پر کھل کر گفتگو کرتے ہیں، نہ ہی اہل قلم ان مسائل پر قلم اٹھاتے ہیں۔ ان دانشوروں کی اکثریت منافقت کی چادر اوڑھے لمبی تان کر سو رہی ہوتی ہے۔ یہ اہل دانش اور صاحبانِ قلم جب تک اپنی مجرمانہ خاموشی کے قفل کو توڑ کر اور مصلحتوں کے غلیظ کمبل کو اتار کر نہیں پھینکیں گے، اپنی آواز بلند نہیں کریں گے۔ معاشرتی مسائل پر قلم اور آواز نہیں اٹھائیں گے ناانصافیوں اور نااہلیوں کا رونا نہیں روئیں گے، سماجی مسائل کو

شدت سے اجاگر نہیں کریں گے، ہم مسائل کی گرداب میں پھنسے رہیں گے۔ ہم سب کچھ نااہل اور مفاد پرست سیاستدانوں پر نہیں چھوڑ سکتے۔ اہل قلم اور اہل دانش کو اپنی سماجی ذمہ داریاں پوری کرنا ہوں گی۔ مجرمانہ غفلت سے باہر آنا ہوگا۔"[8]

پس اہل دانش کے دوش پر جو سنگین مسوئیلت ہے اسے محسوس کریں اور مخلصی کے ساتھ نبھائیں اور مسلکی، لسانی، قومی اور دیگر ہر رنگ پر صبغتہ اللہ کو غالب کریں تو معاشرہ ترقی کی طرف ہر آن گامزن ہوگا۔

معاشرتی ارتقاء میں معلّمین کا کردار

معاشرتی ارتقاء میں معلّمین کا کردار بھی نہایت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور ہدایت کا مکمل نظام بھی مرتب کرکے انسانیت کو دو راستوں میں سے انتخاب کا حق دیا۔ اب یہ انسان کی اپنی فکر وآگاہی ہے کہ وہ بھلائی و برائی میں سے جو چاہے انتخاب کرے اور نعمت خداندی کو اختیار کرکے شاکر بنے یا انکار کرکے کافر یہ انسان کا اپنا ذوق انتخاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان تک اس نظام ہدایت کو پہنچانے کے لئے انبیاء، رُسل اور پیامبر بھیجے اور یہ سب معلّمی کا فریضہ انجام دیتے رہے اور لوگوں کو ہدایت کی طرف اور اللہ کے بتائے ہوئے راستے "صرط مستقیم" کی طرف بلاتے رہے۔ بشریت کا پہلا معلم خود خداوند کریم کی ذات ہے وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَا (31:2) ترجمہ: "اور (اللہ نے) آدمؑ کو تمام سکھادیے" اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جتنے الٰہی نمائندے بھیجے ہیں سب کے سب نے انسان کی تعلیم وتربیت کو بطور معلم فریضہ اول کے طور پہ نبھایا اور یہی بعثت انبیاء کا مقصد ٹھہرا۔

فرمان الٰہی ہے: كَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (151:2) ترجمہ: "جس طرح ہم نے تمہارے درمیان تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا ہے جو تم پر ہماری آیات کی تلاوت کرتا ہے تمہیں پاک و پاکیزہ بناتا ہے اور تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور وہ سب کچھ بتاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے" یہ الٰہی معلّمین انسانیت کو فلاح وکامیابی کی راہ کی ہدایت کرتے ہیں اور معاشروں کو نجات دلاتے ہیں یہی انکی مسئولیت اور فرائض منصبی ہیں۔ دور حاضر میں اسی طرح کی بھاری ذمہ داری معلّمین کرام کے دوش پہ ہے جن کا کام نسلوں کی تربیت کرنا ہے۔ جن کے ہاتھ میں قوم وملت کا مستقبل ہے۔ خود رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ "مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا"[9] معلم دنیا میں جہاں کہیں بھی ہو دوش پہ اٹھائی ہوئی مسئولیت نہایت بارآور وعظیم ذمہ داری ہے کیوں؟ اس لئے کہ

شیخ مکتب ہے اک عمارت گر　　　جس کی صنعت ہے روح انسانی[10]

جس طرح مختلف صنعتوں میں مختلف اشیاء بنتی ہیں کسی کھانے کی چیزیں تو کسی میں پہننے کی مختلف چیزیں بنائی جاتی ہیں لیکن شیخ مکتب یعنی استاد و معلم کی صنعت میں کیا بنتا ہے؟ یہاں کونسی پروڈکٹ بنتی ہے؟ اس صنعت میں روح انسانی کو پروان چڑھایا جاتا ہے۔ معلم ایک ایسا عمارت گر ہے جس کی صنعت میں روح انسانی پروان چڑھتی ہے۔ جو نسلوں کی تربیت کرتا ہے۔ جو معاشرتی عمارت کے لئے اعلی انسانی صفات کے حامل افراد کی مکمل تربیت کر کے معاشرے کے سپرد کرتا ہے۔ بعض انسان اللہ کی دی ہوئی خدادا صلاحیتوں (God gifted abilities) سے مالا مال ہوتے ہیں اور بعض اوقات انسان کے اندر مخفی صلاحیتوں (hidden abilities) کا ایک خزانہ ہوتا ہے ان دونوں صلاحیتوں کو صحیح وقت پہ پہچاننا اور متوجہ کرنا، ان کو صحیح راہ پر لگانا اور اُسے نکھارنا بھی استاد اور معلم کی مسئولیت ہے۔ اسی طرح خود معلم کو چاہیئے کہ اپنے علم و حلم کو بڑھائے اور ہر آں ہونے والی تبدیلیوں و ماحول سے ہم آہنگ کرے۔ چونکہ معلم اپنے شاگردوں کے لئے ایک نمونہ ہوتا ہے اور وہ ان کی نقالی کرتے ہیں لحاظ معلم کو چاہیئے کہ کردار و گفتار میں اپنے آپ کو عملی نمونہ بنائے۔ مخلصی، جذبہ ایثار، ہمدردانہ رویہ اور اعلیٰ اقدار سے خود کو مزین کرے اور ہر وقت اپنے علم کو بڑھانے میں سعی کرے تب جاکے ایک مثالی معلم کا کردار ادا کر سکتا ہے اور معاشرتی ترقی میں نسل جواں کی صحیح رخ پر تربیت کے ذریعے اپنا حصہ ڈال سکتا ہے وگرنہ اقبالؒ کی وہ فریاد و شکایت فضا میں گونجتی رہے گی کہ

شکایت ہے مجھے یارب خداوندان مکتب سے سبق شاہیں بچوں کو دے رہا ہے خاکبازی کا[11]

وہ معلم جو روایتی انداز میں بچوں کو تعلیم دے، پیشہ معلّمی کو اپنا فریضہ نہ سمجھے بلکہ صرف نوکری کی حد تک دن، مہینے اور سال پورے کرے بچے کی تعلیم و تربیت میں توجہ نہ دے۔ وہ آج کی دنیاکے تقاضوں کو پورا کرے اور نہ ہی اسلامی و انسانی اقدار کو بچے کی شخصیت میں پروان چڑھائے، طالب علم کو صرف دنیاداری کا ہی خوگر بنادے، جو الٰہی جہاں بینی کو ترک کرکے صرف مادی جہاں بینی کا درس دے تو ایسا معلم اپنے منصب سے وفادار نہیں کہلائے گا۔ ہمارے موجودہ نظام تعلیم کی سب سے بڑی خرابی ہی یہی ہے کہ ہماری تمام تر کوششیں مادی جہاں بینی کے لئے ہیں اور الٰہی جہاں بینی کی طرف بالکل بھی متوجہ نہیں ہیں اور یہ جہاں بانی آسان اور جہاں بینی مشکل کام ہے جس کی طرف بھرپور توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ طلباء کی تربیت بھی اس نقطہ نگاہ سے کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ایک متوازن شخصیت معاشرہ کے سپرد کی جاسکے۔

جہاں بانی سے ہے دشوار تر کار جہاں بینی جگر خوں ہو تو چشم دل میں ہوتی ہے نظر پیدا [12]

معاشرتی ارتقاء میں تعلیمی اداروں کا کردار

قوموں کی ترقی میں تعلیمی ادروں کا کردار نہایت اہم، مرکزی اور بنیادی ہوتا ہے۔ تفہیم کے لئے اس کی مثال ایسے دی جا سکتی ہے کہ جس طرح کسی بھی عمارت کی بنیاد جس قدر مضبوط ہو گی اتنی ہی عمارت مضبوط تر ہو گی بالکل اسی طرح سے جس قدر علمی درس گاہیں معیاری، خلاقیت اور علم و حکمت سے بھرپور ہونگی معاشرتی عمارت مضبوط تر ہو گی۔ صاحبان علم و دانش قومی تعلیمی نصاب و نظام کو دیکھ کے ہی اندازہ لگا لیتے ہیں کہ قوم کا مستقبل کیا ہے اور نسل نو کو کس راہ پہ لگایا جارہا ہے۔ وہی قومیں ترقی کی منازل کو طے کرتی ہیں جن کا نظام تعلیم معیاری و عصر حاضر سے ہم آہنگ بھی ہو اور اس میں خلاقیت بھی ہو کیوں کہ کورانہ واندھی تقلید کی حامل اور رسمی غیر معیاری تعلیم نسلوں کو تباہ کرتی ہے اور معاشرہ کو تنزلی کی طرف گامزن کرکے جمود کا سبب بنا دیتی ہے۔ جس کے نتیجے میں معاشرتی ارتقائی سفر رک جاتا ہے۔

معاشرتی ترقی میں ایک بڑی رکاوٹ طبقاتی نظام تعلیم ہے۔ ایک ہی معاشرہ میں کئی نظام رائج ہیں۔ یکساں اور معیاری نظام تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے معاشرہ میں اتحاد و یگانگت جو قوموں کی ترقی میں نہایت اہم جز ہے وہ مفقود نظر آتا ہے اور معاشرتی تفاوت ہر جگہ نمایاں نظر آتا ہے۔ اگر گہری گہری سوچ بچار کریں تو معلوم ہوگا کہ غربت اور جہالت کی ابتداء دراصل یہی سے شروع ہوتی ہے کیوں کہ اب تعلیم عام آدمی کی بساط سے باہر ہو گئی ہے اگر زمینی حقائق کو مدّ نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ دور حاضر میں تعلیم حاصل نہیں کی جا رہی بلکہ خریدی جارہی ہے اور غرباء جو اپنے بچوں کے لئے دال روٹی مشکل سے مہیا کر رہے ہیں وہ کیسے اپنے بچوں کو تعلیم دیں۔ معیاری تعلیم سے یہاں ہماری مراد ایسی تعلیم جو آج کی جدید دنیا یعنی سائنس و ٹیکنالوجی سے ہم آہنگ بھی ہو اور اسلامی وانسانی اعلی ترین اقدار کی حامل بھی ہو۔ اس طرز تعلیم کی آج مسلم امہ کو ضرورت بھی ہے اور عصر حاضر کا تقاضہ بھی یہی ہے۔

جس طرح آج مختلف ترقی یافتہ خاص کر مغربی ممالک میں BYODکا سسٹم آیا ہے کہ Bring your own device اس قدر جدت پسندی کے ساتھ اپنے نظام تعلیم کو ہم آہنگ کیا ہوا ہے کہ ہر طالب علم اپنے ساتھ ڈیواس لے کر آئے۔ خلاصہ یہ کہ ان قوموں نے ہر آن اپنے تعلیمی نظام کو جدت دی اور ہر گزرتے لمحے اپنے آپ کو جدید سائنس و ٹیکنالوجی سے ہم آہنگ کر لیا تب جاکے وہ قومیں ترقی کی اعلیٰ منازل طے کی ہیں البتہ مادی لحاظ سے ان کی یہ ترقی قابل ذکر و تقلید ہے وگرنہ اخلاقی و معنوی لحاظ سے یہی ممالک کی صورتحال ایسی ہے جس طرح ترقی پذیر ممالک میں جدید سائنس و ٹیکنالوجی کی یعنی انتہائی خستہ حالت ہے۔ اخلاقی، معنوی اور روحانی لحاظ

سے انتہائی بے راہ روی کا شکار ہیں لیکن چونکہ وہ مادی لحاظ سے قوی و مضبوط ہیں اس لئے دنیا پر اپنی حکمرانی کا سکہ چلاتے ہیں۔ ایسی ہی قومیں جو مادی طور پر مضبوط اور عہد حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق اپنے تعلیمی معیار کو بلند کریں اور مملکت میں بسنے والے ہر شہری کو حصول تعلیم کے یکساں مواقع فراہم کریں ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہوتی رہیں اور دوسری دیگر قوموں کو اپنا غلام و مزدور اور آلہ کار بنا لیتی ہیں۔ مغرب میں ہر آں تبدیلی ہے۔ نئ نئ تحقیق تمام شعبہ ہائے زندگی میں مگر ہمارے ہاں وہی صدیوں پرانا نظام آج بھی رائج ہے۔ پس کُلی نظام کو بالعموم اور نظام تعلیم کو بلخصوص عصر حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق ڈھالنے اور آج کی جدید دنیا سے ہم آہنگ کرنے کی ضرورت ہے جس میں عصری جدید علوم کے ماہرین کا کردار نمایاں اور اہم ہے۔

معاشرتی ارتقاء میں خواتین کا کردار

ان طبقات میں خواتین کا ایک نہایت بنیادی کردار ہے۔ کسی بھی معاشرہ میں خاتون کی کئ ایک جہتیں ہیں جو معاشرتی ترقی میں نہایت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ان میں سب سے پہلی جہت خاتون بحثیت ما ں ہے۔ماں کی گود بچے کی پہلی درس گاہ ہے۔ کسی بھی معاشرہ میں اگر ماں تعلیم یافتہ ہو تو ایسا معاشرہ صدیوں کا ترقی کا سفر سالوں میں طے کرتا ہے کیوں کہ جب قوم کے نومولود و نسل نوآگاہانہ، باشعور و با بصیرت، بامقصد، صحت مند اور مستحکم تعلیمی ماحول میں پروان چڑھے گی تو یہی قومی و ملی مستقبل میں اپنا نمایاں کردار شعورانہ وآگاہانہ طور پر ادا کرینگے جس کے نتیجے میں ملک وملت ترقی کی اوج پہ پہنچ جاتی ہے۔ اس قسم کی تربیت کا نقطہ آغاز ماں کی گود سے ہوتا ہے اور یہی انسان کی پہلی دانش گاہ ہے۔ بقول اقبالؒ

سیرت فرزندھاازامھات   بیٹوں کی سیرت ماں سے ہی ماخوز ہوتی ہے

جوھر صدق و صفاازامھات   سچائی اور ایمانداری کا جوہر ماں سے ہی ملتا ہے

اس سے بھی بڑھ کر ماں کے دوش میں اک اور بھی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ ہے معلّمی کی یعنی ماں بیک وقت دانش گا ہ بھی ہے اور اسی دانشگاہ کی معلّمہ بھی کہ اس دانش گاہ میں اس نومولود کو اک شخص سے شخصیت، بااخلاق و باکردار انسان اور بالخصوص "خاک سے خدا تک" کا انسانی ارتقائی سفر کو تکمیل کرا کے اک کامل انسان بنانے تک کے سفر میں ماں کی آغوش کی تربیت ایک عظیم سرمایہ اور بااثر ترین رکن ہے۔ لہٰذا اس قدر عظیم ذمہ داری کو اپنے دوش پہ لینا اور اس کو احسن طریقے سے نبھانا انہی عظیم ماؤں کا کارنامہ ہوگا جو خود آگاہ و بینا اور جہاں بین ہوں۔ جو خود تعلیم یافتہ وتربیت یافتہ اور اعلیٰ اقدار کی حامل ہوں۔ اس کے لئے جس قدر یہ کار عظیم ہے، کارِیگر و عمارت گر بھی عظیم و باعظمت درکار ہے۔

پس یہ درس گاہ و دانش گاہ جس مقدار میں اعلیٰ اسلامی و انسانی اقدار سے مزین ہوگی اسی قدر اس قوم و ملت کا مستقبل روشن تر ہوگا۔ جس قوم کی مائیں تعلیم و تربیت کے زیور سے آراستہ ہوں اس قوم کو کوئی شکست نہیں دے سکتا اور نہ ہی معاشرتی ارتقاء اور ترقی سے کوئی روک سکتا ہے کیوں کہ ان کی گود میں پروان چڑھنے والی نسلیں ہی آگے جاکے قوم و ملت کا مستقبل سنبھالتی ہیں جن کی روز اول سے عالمانہ و آگاہانہ تربیت ہوئی ہو وہی انسان، انسانی و اسلامی اقدار کا لحاظ و پاس رکھتا ہے اور تعمیر مال و دولت کے بجائے تعمیر ملت پہ اپنی خداداد صلاحیتوں کو صرف کرتا ہے اور سرمایہ دین و سرمایہ ملت بن کے زیست انسانی میں اک نئے دور کے آغاز میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے جس کی طول تاریخ میں کئی امثال بھی موجود ہیں۔ ماں معاشرتی عمارت کی بنیاد و مرکز اور اولاد اس کے ستون ہیں۔ اسی لئے اقبال فرماتے ہیں کہ "جب تک عورتوں کی صحیح قدر و قیمت کا احساس نہیں ہوگا، حیات ملی نامکمل رہے گی۔"[13]

اسی لئے اس معاشرتی ارتقاء کے بنیادی رکن کی اہمیت و فضیلت کی وجہ سے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر والدین کے ساتھ حسن سلوک و نیکی کا حکم دیا ہے اور ماں کا تذکرہ بیان فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ۭ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۭ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا" (15:46) ترجمہ: "اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ پر احسان کرنے کا حکم دیا، اس کی ماں نے تکلیف سہ کر اسے پیٹ میں اٹھائے رکھا اور تکلیف اٹھا کر اسے جنا اور اس کے حمل اور دودھ چھڑانے میں تیس ماہ لگ جاتے ہیں۔"

آیہ کریمہ میں ذات پروردگار انسان سے مخاطب ہے اور والدین پہ احسان کے فورا بعد ماں کی تکالیف کی طرف انسانی توجہات کو مبذول کراکے عظمت ماں کو انتہائی دلکش انداز بیان فرما کر انسان کو احساس دلایا جارہا ہے کہ اے انسان! یہ ماں وہ ہے جو تجھے عرصہ دراز تک اپنے پیٹ میں اٹھا کر اپنا خون جگر تجھے پلاتی ہے اور زحمت برداشت کرتی ہے پھر اس کے بعد وضع حمل یعنی انتہائی مشقت سے تجھے جنتی ہے اور اس جننے کے بعد تجھے اک مقررہ عرصہ دو سال تک دودھ پلاتی ہے۔ اس قرآنی فرمان کے مطابق ان تمام مراحل کا عرصہ تیس ماہ بتایا گیا ہے۔ اس طویل المدت صبر آزما راہ میں مائیں خود جس قدر باعظمت، باکردار، بااخلاق، جانثار اور شجاعت کا پیکر ہونگی اس قدر اس قوم کا مستقبل روشن سے روشن تر ہوگا۔ ان کی گودوں میں پلنے والی نسلوں سے ہی ملک و قوم کے آئندہ مستقبل کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

صاحب تفسیر الکوثر رقم فرماتے ہیں کہ: "ماں ہی وہ مہربان ذات ہے جس نے صبر آزما مشقتوں کو برداشت، رات کی نیندوں کا سکون برباد کرکے اس بچے کو اپنے پاؤں پہ کھڑا ہونے کے قابل بنایا۔ پھر بھی ہنوز یہ بچہ مہر

مادری کا محتاج ہے۔ یہ وہ مہر و محبت ہے جس پر اس بچے کی شخصیت کا اعتدال موقوف ہے۔ اس مہر مادری سے محروم ہونے کی صورت میں یہ بچہ غیر معتدل، غیر مہذب اور درندہ صفت بن جاتا ہے۔"[14]

بنت رسولؐ حضرت فاطمہ زہراؑ کو خواتین عالم کے لئے اسوہ کامل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ وہ ہستی جو رحمت اللعالمین ﷺ ہیں، جن کو قرآن کی زبان میں کہا کہ رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی انسانیت کے لئے اسوہ حسنہ ہیں، کائنات کی عظیم ترین ہستی حضرت محمد ﷺ خود جناب فاطمہ زہراؑ کے احترام میں کھڑے ہوتے ہیں یہ مقام فاطمۃالزہراؑ ہے۔ صحیح بخاری کی حدیث بزبان رسول اکرم ﷺ ملاحظ کیجئے "حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ،عَنْ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ،أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،قَالَ: "فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي فَمَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِي" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فاطمہؑ میرے جسم کا ٹکڑا ہے، اس لیے جس نے اسے ناحق ناراض کیا، اس نے مجھے ناراض کیا۔[15]

صحیح مسلم میں ہے حَدَّثَنِي أَبُو مَعْمَرٍ إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْهُذَلِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّمَا فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي يُؤْذِينِي مَا آذَاهَا" عمرو نے ابن ابی ملیکہ سے، انہوں نے حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے جو چیز اس کو ایذا دے وہ مجھے ایذا دیتی ہے۔"[16]

اس کائنات کی عظیم ترین ہستی جس کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (132:3) ترجمہ: "اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔" مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (80:4) ترجمہ: "جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی" اطاعت الٰہی کے ساتھ ساتھ اطاعت رسولؐ کی مسلسل تاکید کی جارہی ہے اور اگر کوئی اطاعت نہ کرے اور نافرمانی رسولؐ کرے تو قرآن نے سزا و عتاب کی وعید سنائی ہے کہ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (14:4) ترجمہ: "اور جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرتا ہے اور اس کی حدود سے تجاوز کرتا ہے اللہ اس سے داخل جہنم کرے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے ذلت آمیز سزا ہے۔" یہ الٰہی منصب والے رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ: "فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔"

اور علامہ اقبالؒ جیسے مغز متفکر حضرت فاطمہ زہراؑ کو ماؤں کے لئے اسوہ کامل کے طور پہ کو پیش فرماتے ہیں:

مزرع تسلیم را حاصل بتول　　　　بتول اللہ کی بارگاہ میں تسلیم کا نمونہ ہیں
مادران را اسوہء کامل بتول　　　　ماؤں کے لئے بتول اسوہ کامل ہیں۔[17]

جس طرح سیرت رسول اکرم ﷺ عالم انسانیت کے لئے آج بھی مشعل راہ ہے اسی طرح سیرت بنت رسول اکرمؑ بھی ماؤں کے لئے کامل نمونہ ہے جس کو اپنا کر آنے والی نسلوں کی بہترین تربیت کی جا سکتی ہے اور معاشرے کو بہترین تربیت شدہ انسان دئے جا سکتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کی سیرت کو گہری و عمیق نگاہ سے دیکھا جائے اور نسل نو تک اخلاص و صداقت کے ساتھ اس کامل اسوہ کو پہنچایا جائے۔ اسی طرح نسل نو کو بھی ماں جیسی ہستی کی قدر کرنی چاہیئے۔

عصر حاضر میں جہاں سائنس و ٹیکنالوجی نے ترقی کی ہے، انسانوں کو آسائیشیں فراہم کی ہیں وہاں بیشتر انسانی اقدار کا بھی جنازہ نکالا ہے۔ ان میں سے ایک والدین کی قدر و قیمت میں کمی اور ان کے تقدس کی پامالی ہے جس کا مشاہدہ ہم آئے روز میڈیا کی دنیا میں کرتے ہیں۔ دوسری جانب اولڈ ایج ہومز کی فراوانی سے بھی بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے جو کہ معاشرے کے لئے آنے والے دقتوں میں ایک بہت بڑی آفت ہے اس کا سدّ باب لازمی ہے۔

حدیث میں مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: "یا رسول اللہ ﷺ میں کس پر احسان کروں؟ فرمایا اپنی ماں پر۔ کہا پھر کس پر؟ فرمایا اپنی ماں پر۔ کہا پھر کس پر؟ فرمایا اپنی ماں پر۔ کہا پھر کس پر؟ اپنے باپ پر۔"[18] لیکن آج ہمارے معاشرہ کی غالب اکثریت اس کے برعکس ہے۔ والدین کو بوجھ تصور کرتے ہیں جہاں ان کو "اُف" کہنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ اسلام نے اس عمر میں بچے والدین کو اولڈ ایج ہومز میں منتقل کر آتے ہیں۔ ایسے ماحول میں بالعموم پورا معاشرہ اور بالخصوص صاحبان علم کی ذمہ داری ہے کہ معاشرہ میں انسانی و اسلامی اقدار کا موثر انداز میں نسل نو و عصر حاضر کی زبان میں پیغام رسانی کر کے اپنی پیامبرانہ مسوئلیت کو نبھائیں تاکہ مزید معاشرتی خرابیوں سے ماحول کو آلودہ ہونے سے بچایا جاسکے۔

خاتون، بیوی کی حیثیت میں

معاشرتی ارتقاء میں خاتون بحیثیت بیوی بھی نہایت اہم کردار کی حامل ہے۔ یہی معاشرے کی بنیادی اکائی ہے کہ جب ایک مرد اور ایک عورت رشتہ ازدواج میں بندھ جاتے ہیں تو نہ صرف مرد اور عورت بلکہ دو خاندان آپس میں ملتے ہیں اور یہی سے معاشرتی عمارت کی بنیاد شروع ہوتی ہے۔ اس مرکزی اینٹ کے انتخاب میں اسلامی تعلیمات و روایات میں تاکیدی ہدایات انسان کو فراہم کی ہیں کہ اس قدر اہمیت کے حامل معاشرتی رکن کے انتخاب میں احتیاط برتی جائے۔ اس ضمن میں مثنی بن ولید حناط نے ابی بصیر سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے

کہ "حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے دریافت فرمایا: بتاؤ تم میں سے کوئی شخص تزویج و نکاح کرنا چاہے تو وہ کیا کرے؟ میں نے عرض کیا: مولا میں آپ پہ قربان مجھے نہیں معلوم۔ آپؑ نے فرمایا سنو! جب تم میں سے کوئی شخص یہ ارادہ کرے تو دو رکعت نماز پڑھ کر حمد الٰہی بجالائے اور یہ دعا پڑھے (پروردگارا میرا ارادہ شادی اور تزویج کا ہے تو میرے لئے عورتوں میں سے ایک ایسی عورت مقدر کر دے جو سب سے زیادہ پاک دامن ہو اور میرے لئے وہ اپنی ذات کو اور میرے مال کو سب سے زیادہ محفوظ رکھنے والی ہو۔ اور سب سے زیادہ وسعت رزق والی اور سب سے بڑی برکت والی ہو اور اس سے میرے لئے پاک طینت بیٹا عطا فرما جو میری زندگی میں اور میری موت کے بعد میرا خلف صالح قرار پائے۔"[19]

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ "نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عورت سے نکاح چار چیزوں کی بنیاد پر کیا جاتا ہے اس کے مال کی وجہ سے اور اس کے خاندانی شرف کی وجہ سے اور اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اور اس کے دین کی وجہ سے اور تو دیندار عورت سے نکاح کرکے کامیابی حاصل کر، اگر ایسا نہ کرے تو تیرے ہاتھوں کو مٹی لگے گی (یعنی اخیر میں تجھ کو ندامت ہو گی)۔"[20]

خاتون خانہ اپنے شوہر کے ہر دکھ سکھ میں ساتھ ہوتی ہے اسی وجہ سے انتخاب کے دوران مرد و زن دونوں کو احتیاط کرنے کی تلقین کی ہے کہ انتخاب کے وقت دقیق نگاہ ضروری ہے اور بجائے مال و دولت اور حسن وحسب نسب کے دین داری کو پہلی ترجیح قرار دی ہے۔ معاشرتی ماحول میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کہ جس گھر میں میاں بیوی کے تعلقات صحت مندانہ ماحول میں انجام پاتے ہیں ایسے مرد و زن معاشرتی زندگی میں بھی صحت مندانہ، تعمیری اور تخلیقی سرگرمیاں انجام دیتے ہیں نتیجے میں معاشرہ دن بہ دن ترقی کی راہ میں گامزن ہوتا ہے اور دیکھا دیکھی دیگر لوگ بھی اسی سے اثر لیتے ہیں لحاظ بیوی کا کردار معاشرہ میں بہت اہم ہے۔ چونکہ اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے اور زندگی کے تمام پہلوؤں پر مکمل رہنمائی عطا کرتا ہے۔ اس معاملہ میں بھی شوہر کے حقوق بیوی پر اور بیوی کے حقوق شوہر پر مکمل ہدایات دی ہیں جو کہ نصوص الاسلامی میں مفصل بیان ہوئی ہیں اگر اس کو مدّنظر رکھ کر اس مشترکہ عمل کو آگے بڑھایا جائے تو ایک صحت مند معاشرہ کا وجود عملی میں لایا جا سکتا ہے اور اسے دیرپا برقرار رکھا جا سکتا ہے۔

* * * * *

References

1. Nasir Ali, Mohandis, *Mazamīn-e Quran*, vol. 2 (Lahore: MisbahulQuran Trust, nd), 187.

مہندس، ناصر علی، *مضامین قرآن*، ج2(لاہور، مصباح القرآن ٹرسٹ، سن ندارد)، 187۔

2. Muhammad Baqir, Majlisi, *Bihar al-Anwar*, vol. 8 (Lahore, Ahyaalkutub alIslamia, nd), 56.

محمد باقر، مجلسی، *بحارالانوار*، ج8 (شہر ندارد، احیاء الکتب الاسلامیہ، سن ندارد)، 56۔

3.Muhammad b. Esa, *Sunan Tirmizi*, vol. 5 (Misar: Sharka maktaba w mtaba Mustafa albaye alhalbi, nd), hadith 2685, 50.

محمد بن عیسیٰ، ترمذی، *سنن ترمذی*، ج5 (مصر، شرکہ مکتبہ ومطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی، سن ندارد)، حدیث 2685، 50۔

4. Mohandis, *Mazameen Quran*, 185.

مہندس، *مضامین قرآن*،، 185۔

5. Mohsin Ali, Najfi, *Al-Kauthar fi Tafsīr al-Quran*, vol. 8 (Lahore: Misbahul Quran Trust, 2013), 220.

محسن علی، نجفی، *الکوثر فی تفسیر القرآن*، ج8 (لاہور، مصباح القرآن ٹرسٹ، 2013ء)، 220۔

6. Ameen Ahsan, Elahi, *Tadabbur al-Quran*, vol. 3 (Lahore: Maktab Markazi Anjuman Khudamul Quran, 1976), 709.

امین احسن، اصلاحی، *تدبرالقرآن*، ج3 (لاہور، مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن، 1976ء)، 709۔

7. Syed Abulala Mawdudi, *Tafīem al-Quran*, vol. 2, 19th ed. (Lahore: Maktab Tameer Insaniat, 1981), 582.

سید ابوالاعلیٰ، مودودی، *تفہیم القرآن*، ج2، انیسواں ایڈیشن (لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت، 1981ء)، 582۔

8.Asif Javed, kalam nigar, *Takhliqi Chirag Jalany ki Zarorat* (Roznma Naya Pakistan, 19 August 2018).

آصف جاوید، کالم نگار، *تخلیقی چراغ جلانے کی ضرورت* (روز نامہ نیا پاکستان، 19 اگست 2018۔

9. Sadr al-Din, Sherazi, *Sharh Usūl Kafi*, vol. 4 (Tehran: mosisa mutaliat wa tehqiqat farhngi, 1383), 95.

صدرالدین، شیرازی، *شرح اصول کافی*، ج4 (تہران، موسسہ مطالعات و تحقیقات فرہنگی، 1383ش)، 95۔

10. Muhammad Iqbal, *Kulliyat-e Iqbal*, (Lahore: khazina ilm wo adab, 1994), 501.

محمد، اقبال، *کلیات اقبال* (لاہور، خزینہ علم وادب، 1994ء)، 501۔

11-Muhammad Iqbal, *Bal-e Jibrīl*,(Lahore: Sheikh Ghulam Ali and sons,1973), 73.

محمد، اقبال، *بال جبریل* (لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1973ء)، 73۔

12.Muhammad Iqbal, *Kulliyat-e Iqbal*, (Lahore: khazina ilm wo adab, 1994), 319.

محمد، اقبال، *کلیات اقبال* (لاہور، خزینہ علم وادب، 1994ء)، 319۔

13.Muhammad Iqbal, *Tashkeel jaded Ilahyat Islamia*, mtrjm, syed Nazeer Niazi (Lahore: Nighat Sadiqu,Bzm Iqbal, 2012) ,236.

محمد اقبال، *تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ*، مترجم: سید نیر نیازی (لاہور، نگہت صدیق.بزم اقبال، 2012)، 236۔

14. Mohsin Ali, Najfi, *Al-Kauthar fi Tafsīr al-Quran*, vol. 8 (Lahore: Misbahul Quran Trust, 2013), 220.

محسن علی، نجفی،*الکوثر فی تفسیر القرآن*، ج8(لاہور، مصباح القرآن ٹرسٹ، 2013)، 220۔

15. Muhammad b. Ismail Abdullah, Albukhari, *Al-Sahih al-Bukhari*, vol. 5 (Beruit: Dar toqunnjah, 1422AH), hadith, 3714, 29.

محمد بن اسماعیل ابو عبداللہ، البخاری،*الصحیح البخاری*، ج5 (بیروت، دار طوق النجاہ، 1422ھ)، حدیث 3714، 29۔

16.Abulhasan AlHjaj al-Qasheri, Muslim, *Sahi Muslim*, vol. 4 (Berut: Darulahya, Alturasularabi, 1902.

ابو لحسن الحجاج القشیری، مسلم، *صحیح مسلم*، ج4 (بیروت، داراحیاء، التراث العربی، سن ندارد)، 1902۔

17. Muhammad Iqbal, *Ramūz-e Bekhudi*, trans. Abdurrasheed, (Lahore: Sheikh Ghulam Ali and Sons, 1918), 332.

محمد، اقبال، *رموز بیخودی*، مترجم: عبدالرشید (لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1918)، 332۔

18. Muhammad b. Yaqūb, Kulayni, *al-Kafi* (Qum: Darul Hadith, nd), 332.

محمد بن یعقوب، کلینی، *الکافی* (قم، دارالحدیث، سن ندارد)، 332۔

19. Abu Jafer Muhammad b. Ali, sheikh Saduq, *Man la yahdhur al-faqih*, trans. Syed Hasan Imdad, vol. 3 (Karachi: alkisa publishers, nd), 232.

ابو جعفر محمد بن علی، الشیخ الصدوق، *من لایحضرہ الفقیہ*، مترجم: سید حسن امداد، ج3 (کراچی، الکساء پبلشرز، سن ندارد)، 232۔

20.Muhammad b. Ismail Abu Abdullah, Albukhari, *Assahiulbukhari*, vol. 7, (nd, dartouulnjah, 1422), hadith 3767, 16.

محمد بن اسماعیل ابو عبداللہ، البخاری، *الصحیح البخاری*، ج7 (شہر ندارد، دار طوق النجاہ، 1422ھ)، حدیث 3767، 16۔